زبان دانی

اردو زبان سکھانے والی بہترین کتاب

اُردو زبان کے مبسوط و مستند قاعدے

فصیح و غیر فصیح الفاظ کی عالمانہ تحقیق

مصنفہ

مولانا خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت لکھنوی

حسب فرمائش

مرزا امداد علی صاحب لکھنوی

باہتمام

سیٹھ کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

نول کشور پریس لکھنؤ میں چھپا

بار دوم ایکہزار جلد — ستمبر ۱۹۱۹ء — قیمت ۶؍

علمی ادبی اخلاقی کتب

قرار اللغات محاورات اردو کا لغت مع امثال نظم قیمت	سے
نشاط سخن ۔ اساتذہ کی اصلاحوں کا مجموعہ مصنفہ صفدر مرزا پوری	عہ/
بزم سخن ۔ شعرائے ہند و عجم کے قصے طلب اشعار مصنفہ صفدر مرزا پوری	عہ/
لغات کشوری ۔ فارسی اور عربی الفاظ کا لغت اردو زبان میں	عہ/
بہار ہند ۔ اردو زبان کی مصطلحات کا لغت	عہ/
زر کامل العیار ۔ (اردو ترجمہ) فن عروض کی بہترین کتاب مترجمہ منشی مظفر علی اسیر	۱۲/
قواعد حادیہ ۔ مرزا جعفر اوج مرحوم خلف مرزا دبیر مرحوم کے صرفی قاعدے	۴/
رد واقعات انیس ۔ شاعرانہ اعتراضات تحقیق معنوی	۲/
رد موازنہ ۔ مولانا شبلی کی علمی غلطیاں	۶/
فلسفہ شاعری ۔ مصنفہ پروفیسر مرزا محمد ہادی بی اے	۲/
تذکرہ میر انیس ۔ مصنفہ مزاج دہلوی	۴/
خلاصہ تاریخ اودھ ۔ شاہان اودھ کے معتبر حالات	۳/
تاریخ حروف ابجد ۔ حروف مفردات کی تاریخ	۲/
چراغ حکمت ۔ اقوال حکمائے سلف	۳/
انجینیرنگ بک ۔ ٹھیکہ داران مستری اور تعمیر عمارت شوقینوں کے قابل	۸
طبلہ نوازی ۔ قواعد طبلہ نوازی کی بےمثل کتاب	عہ/
گلشن سخن ۔ حضرت شبیر لکھنوی کا ابتدائی کلام	۴/
تربیت اطفال ۔ بچوں کے اخلاق درست کرنے کی بےمثل نظم مصنفہ کمال مرحوم	۳/
عشرت آزادی ۔ حضرت سلیمان کا ایک عقد	۲/

رسالہ زباندانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کی حمد امکان بشر سے باہر ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف احاطۂ تقریر سے افزوں۔

کمترین خلائق نا آشنائے حروف وحرکت خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی پریسیڈنٹ انجمن چشمۂ سخن ندرہ ضلع گیا۔ عرض پرداز ہے کہ اُردو کا خزانہ قسم قسم کے جواہر سے بھرا ہوا ہے لیکن آجتک جوہر شناسان سخن نے اُس کے اقسام کو الگ الگ کرکے نہیں دکھایا ہر کس و ناکس کو شناخت میں دقت پڑتی ہے۔ اناڑی نیلم کو یاقوت اور یاقوت کو نیلم کہہ دیتے ہیں۔ تو اُن کی کوئی زبان نہیں پکڑ سکتا۔ اس لیے ایک مختصر رسالہ "زباں دانی" کے نام سے لکھا جاتا ہے۔ اگر ملک نے پسند کیا اور لوگوں کے لیئے مفید ہوا تو مصنف کو اپنی محنت کا صلہ مل جائے گا۔

اُردو کا بیان

اُردو زبان کو دوسری زبانوں کے مقابلہ میں اگر کچھ ناز و فخر ہے تو اِس سبب سے ہے کہ ایک مضبوط زبان سنسکرت کی نسل سے ہے۔ پہلے سنسکرت تحریف اور ترمیم ہو کر بھاکا کے نام سے پکاری گئی۔ اُس وقت ہندوستان کے صوبے صوبے کی زبان الگ الگ تھی۔ مرہٹی۔ گجراتی۔ بنگالی۔ پنجابی۔ کشمیری پہاڑی اور خدا جانے کیا کیا نام تھے۔ بھاکا میں اِن سب زبانوں کے الفاظ داخل ہونے لگے۔ بھاکا نے تمام چھوٹی چھوٹی زبانوں کو پاک و صاف کر کے اپنی ذات برادری میں شامل کر لیا۔ اور یہاں تک ترقی کی کہ اُسے عوام سے عام تک بولنے لگے۔ پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ بھاکا کے ٹھیٹ الفاظ لوگوں کو ثقیل معلوم ہونے لگے۔ حروف روابط نے دوسری صورت اختیار کی مصدروں اور صیغوں نے نیا لباس پہنا۔ اسما نے تبدیل ہیئت کی تو اس کایا پلٹ نے ایک دوسرا نام اختیار کیا اور لوگ اُس کو پہلے ہندی پھر اُردو پکارنے لگے۔ بھاکا کا خوانِ نعمت اس وسیع زبان کا پیٹ نہ بھر سکا۔ تو بضرورت اسما دوسری زبانوں سے لے لیے گئے۔ اور عربی۔ فارسی۔ ترکی انگریزی الفاظ کچھ تو تبدیل اور تعلیل کے بعد ملائے گئے۔ اور کچھ بجنسہ داخل ہو گئے۔ لیکن بہتر یہی ہو

کہ جہاں تک ہمکو بھاکا کے فصیح الفاظ تنافر اور غرابت سے خالی ملیں دوسری زبانوں کا احسان نہ اُٹھانا چاہیئے۔کیونکہ اِس سے زباں میں زیادہ فصاحت آتی ہے اور ہندوستان کے لیے بھی زیادہ مفید ہے۔

اُردو الفاظ کی شناخت

کلیہ۔جس لفظ میں ہائے مخلوطہ ہے وہ خاص اُردو ہے جیسے گھر۔گھانس۔گھوڑا۔ اور جس لفظ میں ڑا ہو وہ بھی نرا اُردو ہے۔ جیسے توڑتا۔سڑنا۔بڑا۔

ایک مخصوص علامت اُردو کی یہ ہو کہ اُس میں غیر ملفوظ کوئی حرف نہیں آتا۔جو لکھتے ہیں وہی بولتے ہیں۔اور سب حرف اپنی پوری پوری آواز دیتے ہیں۔ جیسے کہنا۔بولنا۔ٹوکنا۔

بخلاف دوسری زبانوں کے جن میں غیر ملفوظی بھی آتے ہیں جس لفظ میں غیر ملفوظی حرف ہو۔سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ کسی دوسری زبان کا لفظ ہے۔جیسے خوش۔خواہش۔خواری۔خود اور درخواست فارسی الفاظ ہیں۔بالکل۔فی الفور۔فی الحقیقت۔زکوٰۃ۔بالآخر عربی الفاظ ہیں۔ ایجنٹ ایگریمنٹ انگریزی الفاظ ہیں اور ملفوظی غیر مکتوبی کوئی حرف نہیں آتا۔ جیسے اللہ۔فوراً۔لہٰذا لٰہ۔ ذٰلک عربی ہیں اور کوئی حرف اپنی نوعیت کے خلاف

بھی آواز نہیں دیتا جیسے عیسیٰ موسیٰ۔ ادنیٰ اعلیٰ دعویٰ
حتیٰ (ی کی) لکھتے ہیں اور الف پڑھتے ہیں یہ الفاظ عربیہ
ہیں اُردو میں ضمہ مجہول اور معروف دونوں کا استعمال
الگ الگ ہے۔ جیسے دور نور ضمہ معروف سے اور
مور۔ شور ضمہ مجہول سے۔ لیکن لہجہ فرس میں ضمہ مجہول نہیں
وہ لوگ ہر ایک لفظ کو معروف بولتے ہیں شیر دودھ کے
معنی پر معروف بولتے ہیں اور ضیغم کے معنی پر مجہول مگر
اہلِ عجم دونوں کو معروف بولتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے

آں یکے شیر است کا دم میخورد
واں یکے شیر است کا دم میخورد

ٹ۔ ڈ۔ ڑ۔ اُردو کے مخصوص حرف ہیں ان میں سے
ٹ۔ ڈ۔ انگریزی الفاظ میں بھی آتے ہیں۔ لیکن فارسی عربی
ترکی میں کوئی حرف نہیں آتا۔ ث۔ ح۔ ص۔ ض۔ ط۔ ظ
ع۔ یہ حروف مخصوص عربی زبان کے ہیں۔ اُردو میں کوئی
حرف نہیں آتا۔ ق بھی عربی کا مخصوص حرف کہا جاتا ہے
لیکن یہ اُردو اور ترکی میں بکثرت آتا ہے۔ جیسے قزاق
قراق۔ چاقو۔ قوام۔

اہلِ عجم کہتے ہیں کہ عرب کی مداخلت سے املائے
فارسی میں تغیر پیدا ہوگیا اور عربی کے مخصوص حروف

فارسی میں لکھے جانے لگے۔ جیسے اسفہان کو اصفہان
تہران کو طہران۔ سشت کو شست۔ سد کو صد
تفس کو قفص لکھنے لگے۔ اسی طرح اور الفاظ بھی جیسے طبل
طمانچہ۔ طنبورہ۔ طمطراق۔ طوطی۔ ژ اردو میں نہیں آتا۔ یہ صرف
مخصوص فارسی الفاظ کے لیے ہے۔ یہ جو بعض لوگ
اوٹھانا۔ اولٹنا۔ پورانا۔ پہونچنا۔ اودھر۔ اونکو اوسکو۔ گودام
او جالا۔ واؤ معدلے لکھتے ہیں۔ یہ خلاف تلفظ زبان اردو
ہے۔ ان میں واؤ نہ لکھنا چاہیئے۔

بعض لوگ گاڈی لکھتے ہیں اور گاڑی پڑھتے ہیں۔ گدھ
لکھتے ہیں اور گڑھ پڑھتے ہیں۔ یہ بھی خلاف قاعدہ ہے۔ گڑھ
اور گاڑی۔ لکھنا چاہیئے۔ تشدید اردو کے مصادر میں نہیں
آتی۔ جیسے جاننا۔ ماننا۔ چھاننا اور جننا دونوں سے لکھے جاتے
ہیں۔ لیکن اسما مشدد آتے ہیں۔ اچّھا۔ کَتّا۔ بھٹّی۔ ٹٹّی
کھٹّی۔ گنّا۔ انّا۔ اور افعال جیسے چکھا۔ رکھا۔ اٹھا۔ لکھا۔

فصیح اردو کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ وہ فارسی اور عربی
الفاظ کو نہایت مجبوری اور اشد ضرورت کی حالت میں لیتی ہے
اور جو لفظ اس کو اپنی زبان کا ملتا ہے دوسری زبان کا نہیں
لیتی اگر لیتی ہے تو ترکیب اضافی میں جس میں مغایرت قائم
رہے۔ جیسے آنکھ۔ کان۔ ناک۔ اردو کے الفاظ ہیں انھیں فارسی

ہیں چشم۔ بینی گوش کہتے ہیں۔ اب کوئی اہل ہند یہ نہیں کہتا کہ میری بینی لمبی ہے۔ گوش مناسب ہیں چشم بڑی ہو۔ بلکہ اس طرح بول سکتے ہیں کہ ناک لمبی ہو۔ کان مناسب ہیں آنکھ بڑی ہے۔ اور کہیں ضرورت مکرر استعمال کی ہوگی تو یہ ترکیب اضافی لکھیں گے۔ جیسے بینی دراز۔ گوش مناسب۔ چشم کلاں اس سے سمجھ لینا چاہیئے کہ اردو دوسری زبان کے لفظ کو کس مشکل سے قبول کرتی ہے۔

اردو کی فارسی عربی صرف نحو سے مغائرت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اردو صرف نحو عربی فارسی صرف نحو کے تحت میں ہے لیکن بات یہ ہو کہ اردو میں جو فارسی عربی کے الفاظ آتے ہیں اُن کی مطابقت فارسی عربی صرف سے ہوسکتی ہے۔ محض ہندی الفاظ کی ترکیب بیاکرن کے تابع ہے جو سنسکرت صرف نحو کی معتبر کتاب ہے عربی اور فارسی میں حروف روابط پہلے آتے ہیں۔ اور مربوط پیچھے۔ جیسے فی الحقیقت۔ من حیث الاصوات عربی میں اور فارسی میں ازمن۔ بمن۔ درخانہ۔ ان میں۔ فی۔ من۔ از۔ در۔ جو حروف روابط ہیں اپنے مربوط سے پہلے آتے ہیں لیکن اردو میں ایسا نہیں ہے۔ اس میں حروف روابط لفظ کے آخر میں آتے ہیں۔ جیسے کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھو۔ اس میں

کو — سے — تک — اپنے مربوط کے آخر میں آئے۔ اسی طرح فارسی میں موصوف پہلے آتا ہے اور صفت پیچھے اور صفت موصوف میں اضافت کا تعلق رہتا ہے جیسے قلب سیاہ۔ جبیں روشن لیکن اُردو میں صفت پہلے آتی ہے اور موصوف پیچھے۔ جیسے کالا کوٹ۔ شاندار کپڑے۔ سڑیل تانگہ۔ عربی فارسی میں مضاف پہلے آتا ہے۔ مضاف الیہ پیچھے۔ جیسے پسر زید۔ نور بصر۔ اُردو میں مضاف الیہ پہلے آتا ہے جیسے زید کا لڑکا۔ آنکھوں کی روشنی عربی میں واحد تثنیہ۔ اور جمع ہے فارسی میں ایک سے پونے دو تک۔ واحد ہے۔ دوسرے جمع شروع ہوتی ہے اُردو میں ڈیڑھ تک واحد ہے اور پونے دو سے جمع شروع ہوتی ہے۔ فارسی میں تانیث وتذکیر بعض اسماسے ظاہر ہوتی ہے جیسے مرد زن اسپ مادیان اُردو میں مؤنث ومذکر حقیقی اور غیر حقیقی دونوں آتے ہیں۔ فارسی میں مستقبل ہمیشہ ماضی سے بنایا جاتا ہے جیسے خواہد آمد۔ خواہد آورد۔ اُردو میں ہمیشہ مضارع سے مستقبل بنایا جاتا ہے جیسے آئے گا۔ لائے گا۔ بعض لوگوں نے اُردو کی تصریف بقاعدہ فارسی استعمال کرنے کی کوشش کی۔ جیسے رہنا جو اُردو کا مصدر ہے اُس کے امر کے آخر میں ایش اضافہ کرکے رہائش حاصل مصدر بنالیا۔ مگر عام لوگوں نے اس ترکیب فارسی آمیز کو ناپسند کیا۔ اِس لیے اُس کا استعمال غلط مان لیا گیا اور نہ سمجھانے

احتیاط کی۔ ہندوستان کی اس مستند زبان کو غیر زبانوں کے دست بُرد سے محفوظ رکھنے کا عمدہ اصول یہ ہے کہ اسکو غلط آمیزش سے بچایا جائے۔

تصرفات کا بیان

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اُردو والے اہلِ زبان نہیں اُنکی زبان بہت سی زبانوں سے مرکب ہے اِس لیے ان کو غیر زبان میں تصرف نہ کرنا چاہیئے ہمارے نزدیک یہ اعتراض بیجا ہے کیونکہ اُردو بذات خود ایک مستند اور مبسوط زبان ہے اور جسطرح اُردو میں دوسری زبانوں کے الفاظ شامل ہیں اور اہل ہند کے تلفظ کے موافق ترمیم اور تحریف کے بعد مرکب ہوتے ہیں اُسی طرح سریانی سے عبرانی اور عبرانی سے عربی۔ عربی سے فارسی غرضکہ تمام دنیا کی زبانیں تعلیل و تبدیل سے ہمدیگر مرکب ہوکے وضع ہوئی ہیں اور یہ سب غیر زبان میں تصرف کرتے ہیں اُردو بھی السنہ مختلفہ ہندی اور برج بھاکا سے تبدیل و تعلیل ہوکر وضع ہوئی ہے۔ اِس لیے اہلِ اُردو بھی صاحب زبان ہیں اور اُن کو بھی تصرف عام کا اختیار حاصل ہے لیکن تصرف عام ہو نہ تصرف عوام۔ تصرف عام کی بہت سی قسمیں ہیں ایک تصرفِ لفظی جیسے آم جو انبہ سے تصرف کرکے مہند بنالیا گیا ہے۔ خربوزہ جو

خربزہ سے تصرف کر کے مسند بنالیا ہے ان میں حروف بدل دیے ہیں اور معنی وہی لیے ہیں جو فارسی میں ہیں یا جیسے آچارہ سے اچار آنجورہ سے انجورہ تانبا سے توا۔ پیشواز سے پشواز۔ جاجم سے جازم۔ چتر سے چھتر۔ پیپر سے چھپر۔ احاطہ سے حاطہ۔ دستوانہ سے دستانہ دیباچہ سے دیباچہ

یا تصرف بالفظ۔ بالحرکت جیسے سر بالفتح کو بالکسر سِر بنالیا حُلوان بضم کو حلوان بالفتح بنالیا ہے تصرف معنوی یہ ہے کہ ایک لفظ کسی زبان کا لیکر اُس کے معنی بدل دیں جیسے اوقات جو عربی لفظ ہے اور وقت کی جمع ہے اردو میں بحالت مفرد حیثیت کے معنی پر بولا جاتا ہے۔ اُس نے اپنی اوقات سے زیادہ ہمت کی حلال عربی لفظ ہے اور معنی جائز شرعی کے ہیں اردو والے ذبح کے معنی پر بولتے ہیں ع

حلال کر تو سہی امتحان کر لینا

منت عربی لفظ ہے اور اُس کے معنی احسان کے ہیں جیسے میں آپ کا منت پذیر ہوں یعنی احسان مند ہوں لیکن اہل ہند نے اُسے عاجزی کے معنی پر استعمال کیا ہے۔ جیسے میں نے بہت منت کی لیکن اُس نے منظور نہ کیا۔ غریب نادار کے معنی پر عربی ہے مگر مفلس۔ نادار۔ بیکبخت کے معنی پر مستند ہے عرصہ عربی میں میدان کے معنی پر ہے لیکن اردو کے فصحا نے

دیر کے معنی پر مہند بنالیا ہے نجار کے معنی عربی میں دھوئیں کے
ہیں لیکن اُردو والے تپ کے معنی پر بولتے ہیں۔ ان مہند الفاظ
کی تحقیق اور تصحیح کلام متقدمین و متاخرین زباندانان ثقات اہلِ ہند
سے کرنا چاہیئے۔ اور الفاظ عربی و فارسی دخیل کی تصحیح لغات اہلِ عرب
اور عجم سے اور کلام شعراے اہلِ عرب و عجم سے لیکن تصرف عوام
کو جو جہل اور لاعلمی سے غیر زبان میں ہوتا ہے ناجائز اور غلط اور
واجب الصحت ہے۔ جیسے چپ رہ کو چھپنہ۔ ناحق کو بے ناحق۔ جاگنا کو
جگنا۔ خالص کو نخالص۔ محرم کو نامحرم۔ تابع کو تابعدار۔ مزاج شریف کو
مجاز شریف۔ سخت کو سخت۔ تخت کو تحت۔ کباب کو کواب۔ جرمانہ کو
جہرمانہ۔ ڈھانکنا کو ڈھاپنا۔ چھپانا کو لپٹانا۔ تنبا کو تنباخو۔ کف کو کپ
ناخن کو ناخون۔ تکنا کو ٹیکنا۔ چٹکنا کو چٹخنا۔ ناچار کو لاچار۔ اوجالا کو اُجیالا

حذف ترخیم تخفیف کا بیان

حذف سے مراد ہے لفظ سے حرف کا کم کرنا۔ اگر حرف آخر سے
کم کیا جائے تو اُس کو ترخیم کہتے ہیں اگر حروف مشدد ساکن کر کے
ہلکا کیا جائے تو تخفیف کہتے ہیں بعض لفظوں کی تخفیف شعرانے
نظم میں اپنی آسانی کے واسطے جائز کرلی ہے۔ لیکن نثر میں
بالکل ناجائز ہے۔ اور گفتگو میں بھی جائز نہیں ہے جیسے لفظ میرا
ضمیر واحد متکلم ہے اُس کی دلی کے اکثر مرا بنالیا ہے ناسخ

مرا سینہ ہے مشرق آفتابِ داغِ ہجراں کا
طلوعِ صبحِ محشر چاک ہے میرے گریباں کا

ہیں کو تخفیف کر کے آخر سے نون گرا دیتے اور خالی میم ضمیر کے معنی میں بولتے ہیں لیکن لکھتے سب حرف ہیں۔ یہ بھی تصرف شاعرانہ ہے۔ گفتگو اور نثر میں ناجائز ہے ؎ جلال

آرزو ہے کہ میں روکوں وہ کہیں
جانے دے چھوڑ بھی داماں میرا

مجھسے اور مجھکو کا ھ گرا دیتے ہیں۔ یہ قاعدہ نثر و نظم دونوں میں جائز ہے اس لیے کہ عموماً مجھکو اور مجھسے بولا جاتا ہے۔ تلک کا لام حذف کر کے تک بنا لیا ہے اور یہی زیادہ فصیح مان لیا گیا ہے۔ رکھا۔ رکھنا کے معنی۔ اُس کا کاف مشدد ہے لیکن اساتذہ قدیم نے بالتخفیف بھی نظم کیا ہے ؎ ناسخ

غش مجھے آیا جو میں پہنچا درِ دلدار پر
پانوں کے بدلے رکھا سر سایۂ دیوار پر

اساتذہ حال اکثر مشدّد نظم کرتے ہیں ؎ جلال

دُنیا کا رہا عشق میں اک بت کے نہ دیں کا
رکھا مجھے کافر نے یہیں کا نہ وہیں کا

پیر کو تخفیف کر کے پہ بنا لیتے ہیں نثر میں ناجائز ہے اور نظم میں بھی غیر فصیح ہے ؎ خواجہ وزیر

گذری جو کوہکن پہ وہی یاں ہے سرگذشت
ہے ایک حال تیشۂ ناخن و بال کا

یعنی ضمیر واحد حاضر تیرے (کی ی کی زیر) کو حذف کرکے تری نظم میں لاتے ہیں جیسے جلال

پڑے ہیں لاکھ میرے جرم لیکن
تری رحمت بہت یارب بڑی ہے

اسی طرح تیرا کو ترا تیرے کو ترے۔ نظم کرتے ہیں۔ مگر نثر میں لکھنا یا گفتگو میں بولنا خلاف فصاحت ہے۔ یہاں کی (ہ) کو حذف کرکے یاں بولتے ہیں۔ یہ بھی فصیح ہے۔ اور اکثر لوگ ہاں بولتے ہیں۔ اسے ی کو حذف کر دیتے ہیں یہ خلاف فصاحت ہے جیسے تیرے ہاں آئیگا۔ لیکن ہاں ایک مستقل لفظ ہے جو اقرار کے معنی پر اردو میں مستعمل ہے پانچسو اسم عدد ہے۔ اسکو تخفیف کرکے پانسو بنالیا ہے عدد کو جب ترکیب دیتے ہیں تو حرف عطف کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے ایک۔ اور تیس کو اکتیس۔ ایک کی ے گرا دی اور جو حرف عطف تھا اسکو بھی حذف کر دیا۔ تین اور ساٹھ کو ترسٹھ بنالیا چار اور دس کو چودہ۔ سات اور دس کو سترہ بنالیا۔ یہ سب محذوفات جائز اور فصیح ہیں۔ جب دو کلموں کو ترکیب دیکر ایک مستقل کلمہ بناتے ہیں تو کلمہ اوّل کے آخر میں جتنے حرف علت اور حرف اضافت ہوتے ہیں اُن کو گرا دیتے ہیں۔ جیسے پانی کا گھاٹ تھا اسکو

ننگست بنالیا۔ پن گھٹ تھا۔ اس صورت میں تو ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح کبھی
دو کلموں کو ترکیب دیتے ہیں تو حرف کلمہ اوّل کے حرف علت حذف
گرا دیتے ہیں جیسا سپاڑا کہ اصل میں سپ آڑا تھا۔ کنکٹا جو اصل
کان کٹا تھا۔ بھڑ بھونجا جو اصل میں بھاڑ بھونجا تھا۔ اس قسم میں بعض
عوام الناس مفرد الفاظ کے حروف علت کو گرا کر بولتے ہیں جو بالکل
غلط اور واجب التصحیح ہے۔ جیسے بازار کو بزار لاکھوں کو لکھوں گاہک
کو گہک۔ دروازہ کو دروزہ۔ برابر کو بربر۔ جاگنا کو جگنا۔ لیکن فارسی
الفاظ میں ایسا قاعدہ جائز ہے۔ جیسے بادشاہ کو بادشہ
گناہ کو گنہ۔ سیاہ کو سیہ۔ تباہ کو تبہ۔

کبھی جب دو کلموں کو مرکب کرتے ہیں تو کلمہ اول کے حرف علت
گرانے کے بعد کلمہ اوّل کے آخر میں اور کلمہ آخر کے اول میں اگر دو
حرف ایک جنس کے ہیں تو کلمہ اول کے حرف آخر کو حذف
کر دینگے جیسے لہار کہ اصل میں لوہا اور ہار سے بنایا گیا ہے۔ ہار
ایک کلمہ ہے جو فائدہ فاعل کا دیتا ہے لوہا کے حرف علت گرا دیے
لہہ رہ گیا۔ لہہ ہار میں دو حرف ایک جنس کے تھے کلمہ اول
کے آخر حرف کو گرا کر لہار بن گیا۔

لوہو خون کے معنی پر قدما استعمال کرتے تھے حال کے
فصحا نے تخفیف کر کے لہو بنا لیا اور یہی فصیح ہے سودا۔
شکوہ تو کیوں کرے ہے مرے اشک سرخ کا ۔ تیری کب آستیں مرے لوہو سے بھر گئی

جا گہ۔ قدما جا گہ بولتے تھے حال کے فصحا نے تخفیف کرکے
جگہ بنالیا ہے اور یہی فصیح ہے ع میر

یہ سرا سونے کی جا گہہ نہیں بیدار رہو

لڑکاپن کا حرف علت تخفیف کرکے لڑکپن بنالیا اور یہی صحیح ہے

فصیح اور غیر فصیح کا بیان

فصیح وہ لفظ ہے جو ثقات اساتذہ حال اور زباندانان
صحیح المذاق اور عام اہل زبان کے کانوں کو بھلا معلوم ہو دوسری
تعریف یہ ہے کہ تنافر اور غرابت کے عیب سے خالی ہو اور مخالف
قیاس لغوی نہو۔ جس لفظ میں ثقل اور بھونڈا پن ہے وہ تنافر
میں داخل ہے ثقل کی کئی صورتیں ہیں۔
اول۔ ایک جنس کے دو حرفوں کا قریب قریب آنا۔ جیسے ڈھونڈھنا
بھابھی۔ بھاکھا۔ ٹھٹھا چھاچھ۔ ان میں ہائے مخلوطہ نے آکر ثقل پیدا
کردیا تھا۔ فصحا نے حرف آخر کو گراکر ڈھونڈنا۔ بھابی بھاکا۔ ٹھٹا
چھاج بنالیا۔
دوسرے۔ حرف زاید کا آنا جیسے آن کے۔ بٹھال کے کہ اصل میں
آکے اور بٹھاکے تھا حرف زاید سے بھونڈا پن پیدا
ہوگیا تھا۔ فصحا نے اُسے ترک کردیا۔
تیسرے۔ ساکن حرفوں کا یکجا ہونا۔ جیسے۔ کورٹ۔ کارڈ کہ تلفظ

اُردو کے خلاف تھا فصحا نے کورٹ۔ کارڈ بحرکت دوم بنالیا۔
چوتھے۔ کسی حرف کا آخر میں آکر ثقل پیدا کرنا۔ جیسے جھونٹھ
کلھ۔ ٹھاٹھ۔ سینگھ۔ اِن کے حروف آخر کو فصحا نے گرا کر جھونٹ
کل۔ ٹھاٹ۔ سینگ بنالیا۔
پانچویں۔ ذم کے الفاظ جیسے دھروانا۔ لگوانا۔ رکھوانا ہے رشک

دیکھو نزاکت آپ کی دھروا کے آئینہ
لگواتے ہیں ضماد مہاسے کے عکس پر

یہ سب الفاظ حدِ تنافر میں داخل ہیں اور فصحا نے اُنکو ترک
کردیا ہے۔ غرابت کی تعریف یہ ہے کہ جو لفظ کم بولا جاتا ہو اور
جسکے معنے سے کان آشنا نہ ہوں اور زبان سے مانوس نہ ہو
اس کو لکھنا۔ عربی اور فارسی کے مجہول الفاظ کو شامل کرنا ہے مومن

سراپا چشم آبناک ہوئی
آرزوے نظارہ خاک ہوئی

آبناک کی ترکیب اگرچہ از روے معنی صحیح ہے لیکن یہ لفظ
زبان اُردو سے بہت غیر مانوس ہے اور مجہول الاستعمال ہے
اسی طرح لفظ اقرع جو شیخ ناسخ نے نظم کیا ہے

رگڑتا ہے سراپنا کب سے تیرے آستانے پر
سبب یہ ہے جو اے خورشید تاباں ما اقرع ہو

یا لفظ نصفا بہ ناسخ

وہ چمک ہے ترے پلنگے میں جو سونے میں نہیں
جو نفاست کہ تری کھاٹ میں کیا تھا یا جیب

یہ سب الفاظ غیر مانوس اور ثقیل الاستعمال ہیں۔

یا جیسے مارکنڈے پران میں لکھا ہے اُس نے شول اٹھاکر
بیری جی پر پھینکا۔ اس جگہ شول سنسکرت زبان کا اردو کے لیے
ایک غریب لفظ ہے اور اردو میں اُس معنی کا لفظ برچھا موجو
د ہے۔ یا جیسے لفظ من ہرن اردو کے لیے ایک غریب لفظ ہے
اُس جگہ پر۔ دلبر۔ دلربا۔ دل بھلانیوالا بول سکتے ہیں۔ کلیان
کھٹیٹ ہندی لفظ ہے مگر اردو میں ایک غریب لفظ ہے۔ اسی
معنی پر بھلا ایک ہندی کا لفظ اچھا ہے جس کا تمام استعمال
ہے یا ایسے ہی اور عامیانہ الفاظ جیسے کہاں۔ تلے نیچے کے
معنی پر اردو میں غریب الفاظ ہیں۔ اور ان سب میں غرابت ہے۔

مخالف قیاس لغوی وہ الفاظ ہیں جنھیں عوام الناس نے
اپنی جہالت سے صحت لغت کے خلاف کسی حرف کو بدل دیا
ہو یا حرف کی کسی حرکت کو بدل دیا ہو یا کسی لفظ کو بے قاعدہ
حرف بنالیا ہو جیسے کم کو کمتی کہنا اس سبب سے کہ کم ایک
اسم صفت ہے۔ تی علامت ماضی تمنائی مونث ہے جیسے
جبنا۔ تھمنا۔ کی ماضی تمنائی جبتی تھمتی صحیح ہے۔ اسی قیاس پر
لوگوں نے کم کے ساتھ بھی علامت ماضی تمنائی لگاکر کمتی بنالیا

اور یہ اصولاً غلط ہے۔ اِس لیئے کہ اِسم کے ساتھ تصغیر کی علامت لگانا اور اُس کو بجائے اسم استعمال کرنا خلافِ قیاسِ لغوی ہے۔ یا جیسے ڈھانکنا کو ڈھانپنا بولنا۔ چِکنا کو چِکنّا بولنا۔ روغن فارسی لفظ ہے اُس کو بقاعدہ عربی مرغن بولنا خلافِ قیاس لغوی ہے۔

فصیح اور افصح

اگر ایک لفظ دو طرح بولا جاتا ہے یا مرادف الفاظ میں ہم کو یہ دریافت کرنا ہو کہ دونوں میں افصح کون ہے تو قاعدہ یہ ہو کہ ہم اہلِ زبان ثقات اور عام خواندہ اہلِ زبان کی جن کا شین قاف درست ہے، گفتگو پر غور کریں گے اور کان لگا کر سنیں گے کہ اِن لوگوں میں کس لفظ کا استعمال فی زماننا زیادہ ہے۔ جو لفظ زیادہ مستعمل ہوتا ہوگا اُسی کو افصح کہیں گے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ فصیح تر لفظ مخالف قیاس لغوی بھی ہوتا ہے مگر ہم کو کثرتِ استعمال کی وجہ سے قبول کرنا پڑتا ہے۔ جیسے دھاگا جو باعتبار لغت ایک صحیح لفظ ہے۔ اور فصحا اُس کو برابر بولتے ہیں۔ مگر کچھ زمانے سے اُس کی صورت استعمال بدل گئی ہے زیادہ تر زبانوں پر تاگا پایا جاتا ہے۔ اِس لیے تاگا افصح ہے۔ اکھیڑنا۔ اکھاڑنا۔ دونوں بولتے ہیں۔ مگر چند محل کے علاوہ اکھاڑنا

زیادہ مستعمل ہے اس لیے یہی فصیح تر ہے۔
پہننا کی متعدی پہنانا از روے قاعدہ تصریف صحیح ہے لوگ پنہانا بھی بولتے ہیں مگر بصورت اوّل زیادہ فصیح ہے۔
دیکھنا کی متعدی دکھانا ہے لوگ دکھلانا بھی بولتے ہیں۔ مگر اول کو ترجیح ہے بتانا مصدر متعدی ہے اس کو بتلانا بھی کہتے ہیں۔ مگر اوّل افصح ہے۔
دبنا مصدر لازم ہے اس کی متعدی دابنا اور دبانا دونوں بولتے ہیں۔ مگر آخر زیادہ فصیح ہے۔
جُھٹھول اسم صفت ہے اسے جُھوٹھم بھی بولتے ہیں اور یہی فصیح تر
ذرا اسم صفت ہے اس کو بعض ذری بھی بولتے ہیں مگر افصح اوّل ہے سیکھنا مصدر متعدی ہے اس کی متعدی المتعدی سکھلانا بھی کہتے ہیں۔ مگر سکھانا زیادہ فصیح ہے اور قاعدۂ صرف سے بھی یہی ہے۔
مٹّی اور مٹّی دونوں بولتے ہیں مگر بکسر اوّل فصیح تر ہے۔
مچھر اور مچّھر دونوں بولتے ہیں مگر رائے فارسی سے افصح ہے۔
کوٹھڑی اور کوٹھری دونوں بولتے ہیں مگر رائے فارسی سے افصح ہے۔ تک فارسی ہے تون ہندی مگر عام زبانوں پر اوّل کا استعمال زیادہ ہے۔ اس لیے وہی افصح ہے۔
تیراک اور پیراک دونوں مستعمل ہیں مگر پیراک افصح ہے۔

پیر اور پانوٗں دونوں بولتے ہیں مگر پانوٗں افصح ہے

کون کون حرف امالہ قبول کرتے ہیں

وہ مستقل مذکر اسما عربی فارسی اُردو جنکے آخر الف یا ہ یا الف مقصورہ عربی آتا ہی۔ اردو ترکیب حروف ربط آنے سے یا واحد کو جمع بنانے کے لیے امالہ قبول کرتے ہیں۔ جیسے کتا۔ کتے۔ بندہ۔ بندے دعویٰ۔ دعوے۔ لیکن اعلام امالہ قبول نہیں کرتے۔ جیسے خدا عیسیٰ۔ موسیٰ۔ مرتضیٰ۔ ارتضا۔ اصطفا۔

بعض لوگ آگرہ کو آگرے اور کلکتہ کو کلکتے لکھتے ہیں۔ یہ خلاف قاعدہ ہے۔ بعض رشتے امالہ قبول نہیں کرتے۔ جیسے دادا۔ نانا چچا۔ پھوپا۔ ابا۔ انّا۔ ددا۔ بعض لوگ باپ دادے کہتے اور بولتے ہیں۔ یہ خلاف قاعدہ ہے۔ بعض عربی الفاظ۔ اقتضا۔ مدعا۔ ادنیٰ اعلیٰ۔ مبدا۔ منشا۔ عمدہ۔ امالہ قبول نہیں کرتے۔ لیکن بعض لوگ غلطی سے عمدے لکھتے ہیں۔

بعض الفاظ دریا۔ صحرا۔ راجہ وغیرہ ناواقف لوگ راجے لکھتے ہیں جن کے آخر میں عین ہے اُن کے ماقبل حرف ربط آنے سے بجائے (ے) کے کسرہ قبول کرتے ہیں۔ جیسے مجمع میں۔ مطلع کو مقطع پر۔ اُن کو (ے) سے لکھنا خطا ہے۔

کلیہ جمع عربی کے تمام الفاظ امالہ قبول نہیں کرتے جیسے

اتقیا۔ انبیا۔ اولیا۔ شرفا۔ فضلا۔ نجبا۔ کملا۔

کلیہ کوئی مونث اسم یائے مجہول سے امالہ قبول نہیں کرتا تمام مصادر امالہ قبول کرتے ہیں مگر جمع کے موقع پر نہیں بلکہ استعمال حرف ربط کے لیے۔

کلیہ اُردو کے تمام اسما جن کے آخر میں الف ہو امالہ قبول کرتے ہیں مگر چند اسمائے صفت جیسے ذرا۔ سدا۔

کلیہ اگر دو اسم باہم اضافت فارسی رکھتے ہیں تو امالہ قبول نہیں کریں گے جیسے خدائے خانہ انجمن خدام کعبہ۔ مرد دیوانہ اختیارات مالکانہ۔ اس کو اس طرح بولیں گے۔ مرد دیوانہ فرار ہوگیا۔ خدائے خانہ سے پوچھو کل انجمن خدام کعبہ کا جلسہ ہوا تھا۔ تم کو اختیارات مالکانہ حاصل ہیں مرکب لفظ جیسے باورچی خانہ۔ دولتکدہ۔ امام باڑہ۔ امالہ قبول کرتے ہیں لیکن جن کا جزو آخر اسم ہو اور جزو اول حرف تو ایسے اسمائے امالہ قبول نہیں کرتے۔ جیسے بیفائدہ۔ اگر دو اسموں میں حرف عطف فارسی ہے تو کسی حرف عطف کو گرا کر امالہ کریں گے۔ جیسے آب و دانہ۔ اسے اس طرح بولیں گے۔ انسان آب و دانہ سے مجبور ہے۔

فارسی کا اسم فاعل اور کبھی اسم مفعول امالہ قبول نہیں کرتا جیسے دیدہ شنیدہ۔ دانا۔ بینا۔ توانا

جواز عطف اور اضافت

فارسی میں مضاف و مضاف الیہ میں ایک اضافت کا

تعلق رہتا ہے - جیسے نسخۂ اکسیر - خانۂ زنجیر - بانگ ناقوس - اسی طرح صفت موصوف میں بھی ایک اضافت آتی ہے - جیسے قلب سیاہ دل روشن - اُردو میں ایسے جملے کثرت سے مستعمل ہیں - اس تقلید میں لوگوں نے ایک نئی چیز ایجاد کی یعنی اردو انگریزی الفاظ کو اضافت دینا شروع کی - جیسے پہاڑ عظیم - اڈیٹر وطن اس پر اعتراض یہ ہے کہ جب اضافت اصول زبان اُردو زبان انگریزی کے خلاف ہے اور اُردو لفظ کی خصوصیت یہ ہے کہ اُسمیں اضافت کے حرف آتے ہیں اور پہاڑ کی فارسی کوہ اور اڈیٹر کی عربی مدیر موجود تھی تو اُس میں خلاف قاعدہ زیر کیوں دی اور کوہ عظیم - مدیر وطن کیوں نہ کہا اور بعض ایسے اعلام جن کا بدل فارسی اور عربی میں کوئی دوسرا لفظ نہیں ہے - جیسے لکھنؤ - دہلی - اس کا قاعدہ یہ ہے کہ لکھنؤ اور دہلی کو مضاف الیہ بنا سکتے ہیں جیسے دیار لکھنؤ - شہر دہلی لکھ سکتے ہیں اور اسی طرح زعفران کشمیر - جلسۂ کانفرنس - اصول پارلیمنٹ لکھنا جائز ہے کیونکہ یہ سب اعلام ہیں اور مضاف الیہ واقع ہوئے ہیں - جیسے

گوش ارباب سخن [illegible] کان جو بہرے ہو گئے
[illegible]

علاوہ ان کے اسم [illegible] مضاف الیہ [illegible]

ایک صورت یہ ہے کہ جن لفظوں کو اہل فارس نے صحیح [illegible]

بنا لیا ہے اور اپنی زبان میں اضافت دیگر استعمال کیا ہے ان کو مضاف اور مضاف الیہ بنایا جائے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ جیسے تمباکوے کشیدنی۔ برگ تنبول۔ راجہ گوالیار۔ اسکے لیے یہ قاعدہ ہو کہ ہم کو تقلید اہل عجم کرنا ہوگی۔ اور جو الفاظ مستند اہل عجم نے بہ اضافت لکھے ہیں ہم بھی بہ اضافت لکھ سکتے ہیں۔

اسم نکرہ ہندی کہ جس کا بدل فارسی میں موجود ہو مضاف الیہ بنا سکتے ہیں یا نہیں۔ جیسے شدت دھوپ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نزد فصحا ایسی اضافت ناجائز ہے۔

عطف کا قاعدہ یہ ہو کہ اعلام میں عطف لانا جائز ہے جیسے دلی لکھنؤ لیکن اردو اسمائے نکرہ میں اضافت ناجائز ہے۔ جیسے کتا و بلی۔ روٹی و بوٹی اسم اول اردو۔ اسم دوم فارسی ہے تو بھی عطف ناجائز ہے جیسے مٹی و غبار۔ سڑک و کوچہ۔

نہی۔ امر۔ اور نفی کا بیان

نہیں ایک حرف ہے جو سنسکرت کے نہ اور نا اور نا سے لیا گیا ہے فارسی والوں نے سنسکرت سے اس لفظ کو لیا ہے وہ نے اور نا بولتے ہیں۔ انگریزی نے بھی اسی سے لیا ہے۔ وہ نو اور ناٹ بولتے ہیں عربی نے اس سے اخذ نہیں کیا کہ وہ لا اور لیس بولتے ہیں [illegible] یہ حرف کبھی نفی [illegible] جیسے [illegible]

سے اپنا حال نہیں کہتے۔ کبھی اسم بنکر انکار کے معنی دیتا ہے جیسے وہ برابر نہیں نہیں کرتے رہے۔ یا اس نہیں سے کیا فائدہ۔ مصدر کے ساتھ مخفف ہوکر نہ بن جاتا ہے۔ جیسے تم نہ آنا تم نہ جانا۔ تم نہ اُٹھنا۔ نفی فعل میں کہیں نہیں اور کہیں نہ بولتے ہیں۔ مگر نہی۔ امر میں ہمیشہ نہ بولنا چاہیئے۔ جیسے تم نہ آؤ۔ تم نہ جاؤ بعض لوگ صیغہ مثبت میں حرف نفی لگاکر بولتے ہیں جیسے آؤنہ بیٹھونہ۔ کھاؤنہ۔ چلونہ، یعنی آؤ، بیٹھو، کھاؤ، چلو، بعض اساتذہ نے اس طرح نظم ونثر میں لکھا ہے لیکن یہ قاعدہ صرف کے خلاف ہے اور اب متروک ہے۔

حرف فاعل کا بیان

فاعل جملے میں سب سے پہلے آتا ہے اگر فاعل کے ساتھ مفعول نہیں ہے تو فاعل کے بعد کوئی حرف علامت نہیں آتا جیسے میں آیا۔ میں گیا۔ میں اٹھا۔ میں بیٹھا۔ میں چلا۔ اس کو فعل لازم کہتے ہیں۔

اگر فاعل کے ساتھ مفعول بھی آتا ہے تو ماضی مطلق میں صرف (نے) علامت آتی ہے۔ جیسے میں نے کھایا۔ دل نے کہا۔ چچا نے جواب دیا۔ اس فعل کو متعدی کہتے ہیں۔

ماضی قریب میں بھی علامت آتی ہے جیسے میں نے کہا ہے

لوگوں نے مشہور کیا ہے۔

ماضی بعید میں بھی علامت آتی ہے جیسے حکیم صاحب نے کہا تھا۔

ماضی احتمالی میں بھی علامت آتی ہے جیسے تم نے سنا ہوگا

میں نے کہا ہوگا۔

بعض متعدی مصدر ایسے ہیں جن کی ماضی مطلق ماضی تمنائی

ماضی قریب ماضی بعید میں بھی علامت نہیں آتی۔ جیسے لانا

مصدر متعدی ہے لیکن اُس کے کسی صیغے میں (نے) نہیں

آتا۔ جیسے میں لایا۔ وہ لایا۔ تم لائے۔

بعض الفاظ ایسے ہیں جو متعدی اور لازم دونوں بولے

جاتے ہیں جیسے شرمانا۔ اس میں چاہو علامت فاعل لاؤ چاہے نہ لاؤ

جیسے اُس نے اگلا قصہ یاد دلایا تو میں بہت شرمایا۔ اور میں نے

اپنے اگلے پچھلے قصے یاد دلا دلا کر اُس کو بہت شرمایا۔ [illegible]

فاعل کی علامت کو اکثر محذوف کر دیتے تھے۔ جیسے میں نے

دیکھا۔ میں نے سنا۔ لیکن اب ناجائز اور غلط ہے۔

بعض لوگ لازم میں بھی فاعل کی علامت لاتے ہیں۔ میں نے

آنا تھا۔ میں نے کہانا تھا۔ یہ بالکل ناجائز ہے۔

بعض [illegible] سے مفعول میں بھی (نے) لگا دیتے ہیں جیسے

[illegible] نے سبق یاد کرنا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ مجھے سبق یاد کرنا ہے

[illegible] المتعدی میں بھی فاعل کی علامت آتی ہے جیسے

میں نے اُن کو بہت روپیہ دلوایا۔
فارسی میں کوئی علامت فاعل کی نہیں آتی۔

حروف مفعول کا بیان

حروف مفعول وہ ہیں جو اپنے مستقل معنی نہ رکھتے ہوں اور اُن کی تصریف نہ ہوسکے اور دوسری لفظوں سے مل کر اپنے معنی بتاتے ہوں اور وہ دو حرفی بھی ہوتے ہیں اور زیادہ بھی اُن کی بہت سی قسمیں ہیں اور وہ فعل کے معنی کو اسم سے ملاتے ہیں "میں" ایک حرف جو مفعول فیہ میں فی اور در کے معنی پر آتا ہے۔ فی عربی کا حرف ہے لیکن اردو میں اکثر جملوں کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے فی الحقیقت۔ فی الواقع۔ فارسی "در" کبھی کبھی جملوں میں آتا ہے۔ جیسے درگزرنا۔ درآنا۔ لیکن یہاں حرف کے معنی نہیں لیے جاتے بلکہ درگزرنا درآنا ایک مستقل مصدر ہے۔ ہاں درحقیقت درصورت میں حرف کے معنی دیتا ہے اُردو میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس نے در فارسی کو عربی الفاظ کے ساتھ لیا ہے۔ اُردو میں در کا ترجمہ سابق کے انشاپرداز بیچ اور اندر کے لکھتے تھے۔ جیسے آمد سبز پری کی بیچ سبھا کے سے امانت

آفت آجائیگی بجھیرا ری اک آن کے بیچ
آدمی زاد کا کیا کام پرستان کے بیچ

لکھنؤ کے اندر اسکو اس قدر فروغ ہوگیا کہ کوئی دولتمند نہ تھا جس کی سرکار میں کوئی داستان گو مقرر نہ ہو۔ اب ایسے محل پر بیچ کا اور اندر کا استعمال قطعی متروک ہے۔ لیکن ان کا محل استعمال جُدا جُدا ہے اور وہ اسم کی حالت میں ہے۔ جیسے اندر بیٹھے ہوئے کیا کرتے ہو باہر آؤ۔ بیچ سے ہٹ جاؤ۔

میں ظرفیت کے لیے آتا ہے ظرف زبان ہو یا ظرف مکان اکثر مفعول فیہ کے بعد آتا ہے۔ جیسے علانیہ مجمع میں اپنے جُرم کا اقرار کیا۔ دو دن میں کام ختم کیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ کبھی سے کے محل پر بھی استعمال کرتے ہیں۔ جیسے درخت میں باندھ دو۔ یہاں میں مفعول معہ کے معنی دیتا ہے۔ اُردو میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ کبھی کبھی مظروف کو ظرف بنا لیتے ہیں۔ جیسے پانوں میں جوتا ہے اسمیں پانوں مظروف ہے یوں کہنا چاہیئے تھا کہ جوتے میں پانوں ہے انگلیوں میں انگوٹھیاں ہیں۔ لیکن عقلی قاعدے سے انگوٹھیوں میں انگلیاں ہیں کہنا چاہیئے تھا۔ اسی کا نام محاورہ ہے۔

میں کبھی کو کے معنی پر آتا ہے۔ جیسے یہ گھڑی کتنے میں دوگے یعنی کتنے کو دوگے۔ یہاں میں مفعول بہ ہے۔

میں کبھی ظرف مجازی پر بھی آتا ہے۔ جیسے ہنسی ہنسی میں رو دیئے۔ کبھی فارسی کا حرف (ب) میں کے معنی اُردو میں دیتا ہے جیسے بظاہر تو وہ اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ کبھی الف بھی یہی معنی

دیتا ہے۔ جیسے ظاہراً اُن کا خیال صحیح ہے۔ کبھی تنوین سے یہی معنی نکلتے ہیں جیسے حقیقتاً اس میں کوئی خرابی نہیں۔

میں کا خلاف محاورہ استعمال بھی اکثر ناواقف کرجاتے ہیں جیسے دِن میں آنا۔ رات میں آنا۔ اگرچہ یہ اصول قواعد کے خلاف نہیں مگر محاورے کے خلاف ہے اور فصحا کے کلام میں کہیں نظر سے نہیں گزرا اِس لیے واجب الترک ہے۔ اِسی طرح بعد میں بھی خلاف محاورہ اور قابل ترک ہے۔ فصحا اِس موقع پر بعدہٗ اور اس کے بعد بولتے ہیں، جیسے اُس کے بعد مولوی امیر علی امیٹھی کے رہنے والے اُس کے انتقام پر مستعد حد سے زیادہ ہوئے۔

یہ غیر فصیح ہے کہ رات میں دعا قبول ہوتی ہے دِن میں سو رہنا بلکہ اسطرح کہنا چاہیئے کہ رات کو دعا قبول ہوتی ہے دِن کو سو رہنا۔

بعض مقام ایسے ہیں جہاں مفعول معہ یعنی سے اور مفعول فیہ یعنی میں دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں جیسے ؎ جلال لکھنوی

دل تم اس شمع کو دیتے ہو جلال — اِس کا چرچا تو کرو احباب میں
پرِ بلبل جو کاٹتا صیاد — خوب کٹتی فراغ بالی میں
بے نکالے ہوئے اک روز نکل جائیگی خود — تنگ آئی ہے بہت تیری تمنا دل میں

یہاں سے بھی بول سکتے ہیں۔

میں کا غلط استعمال بھی لوگ کرتے ہیں جو خلاف فصاحت ہے جیسے مجھ میں اُن میں مطلق تعارف اور شناسائی نہ تھی یہاں

میں غیر فصیح ہے - اس طرح بولنا چاہیئے - مجھ سے اُن سے مطلق تعارف وشناسائی نہ تھی - سے کے تین ماخذ ہیں، ایک ساتھ کا بگڑا ہوا حرف ہے اور معہ کا ترجمہ ہے اور مفعول کے لیے آتا ہے فارسی میں اس موقع پر با مستعمل ہے دوسرے سیتی کا مخفف ہے جو از کا ترجمہ تھا تیسرے ایسے کے حرف حذف کر کے سے بنا لیا ہے اگرچہ یہ غیر فصیح ہے - یہ سے درحقیقت حرف صفت ہے اور اُس کے معنی مانند کے ہیں - جیسے ؎ اسیر

کون عشق چشم جاناں میں نہیں ہے ناتواں
فرش پر عیسیٰ پڑے رہتے ہیں خود بیمار سے

سے میں کے معنی پر بھی آتا ہے ؎ اسیر

یہ زخمیوں کو دیت پسند خاطر ہے | کہ تیغ اُس نے بجھائی ہے آب حیواں سے
گلوں کی سیر کو گلشن میں ہم گئے تھے اسیر | لپٹ لپٹ گئے کانٹے ہمارے اُن سے

سے سبب کے معنی پر بھی بولتے ہیں ؎ اسیر

غصہ نہ کھا کہ تیرے ہی حق میں ہے کچھ ضرر
ہوگا شکم میں درد غذائے ثقیل سے

قبلۂ عالم کی برکت سے شہر رشک گلزار تھا -

سے کبھی حرف اضافت کے معنی میں بھی آتا ہے ؎

ہے بے ثبات منزل ہستی کرو سفر
آواز آرہی ہے یہ کوس رحیل سے

اِسے اس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ کوس رحیل کی آواز آرہی ہے
ساتھ کے معنی پر بھی آتا ہے جیسے ؎ اسیر مرحوم

رونق افزا ہو اگر بزم میں جلوہ تیرا
شمع گرمی نہ کرے جیب کے پروانے سے

استعانت کے معنی پر بھی۔ جیسے تم سے ہمارا کام ہو سکے گا۔
سے۔ کا کے معنی پر۔ جیسے ؎ اسیر

وصف کرنا ہے رقم مجھ کو ترا اے بحرِ حسن
چاہیئے مسطر بناؤں آنسوؤں کے تار سے

اسے اِس طرح بھی کہہ سکتے ہیں کہ آنسوؤں کے تار کا مسطر بناؤں
ابتدا کے معنی پر جیسے ؎ اسیر

فائدہ کیا تجھے اے بُت مرے ترسانے سے
اُٹھ کے کعبہ کو چلا جاؤں گا بتخانے سے

سے کا ایک استعمال اور بھی ہے جیسے سب سے پہلے شبلی نعمانی نے انتقال کیا۔ مگر یہ غیر فصیح ہے یوں کہنا چاہیئے۔ سب کے پہلے شبلی نعمانی نے انتقال کیا۔ اِس طرح سب کے پیچھے تم آئے۔ یا سب سے بعد تم آئے یہ بھی غیر فصیح ہے۔ سب کے پیچھے سب کے بعد فصیح ہے۔ اِس لیے یہاں سے حرف صفت واقع نہیں ہوا ہے
سب سے بہتر کام تم نے کیا۔ یہ فصیح اور صحیح ہے۔ کیونکہ یہاں سے صفت ہے اور موصوف کے ساتھ آیا ہے۔ سب سے اچھا سب سے

عمدہ، سب سے نفیس کہنا چاہیئے۔ ترکیب اضافی کے بعد بعض
موقع پر سے لانا غیر فصیح ہے۔ جیسے سرِ شام سے اُلّو بولتا ہے۔
کیونکہ یہاں تعین وقت ہے۔ لیکن اگر ابتدائے وقت کے معنی پیش
لکھا جائے تو جائز اور فصیح ہے۔ جیسے سرِ شام سے دل دھڑکتا ہے اپنا
یا سرِ شام سے اُلّو بولنے لگتا ہے۔ تعین کی حالت میں اس طرح
بولنا چاہیئے۔ سرِ شام اُلّو بولتا ہے۔

بعض موقع پر لوگ (سے) کے بدلے ساتھ بولتے ہیں۔ جیسے
یہودی کے ساتھ بحث ہوئی۔ یہ غیر فصیح ہے۔ اِس طرح بولنا چاہیئے
یہودی سے بحث ہوئی۔ ساتھ کا موقع یہ ہے میرے آدمی کے ساتھ جاؤ

تک یہ حرف تالک کا مخفف ہے لام کو حال کے فصحا نے
گرا دیا ہے۔ عربی میں اولیٰ اور فارسی میں تا اِس کی جگہ استعمال
کیا جاتا ہے اِس کے معنی قریب تر اور نزدیک کے آتے ہیں
جیسے عبادت کرتے کرتے خدا تک پہونچ گیا ع۔

ہیں خاک نشیں ہم بھی ضرور آئیں گے ہم تک

اور کبھی حد و انتہا کے۔ جیسے اب کہاں تک سمجھاؤں ۔ اسیر
زنجیر تعلق سے مرا پاؤں نہ نکلے ہے فاصلہ دو گام کا ہستی سے عدم تک
اور کبھی حصر کے جیسے اس کے عزیز تک دشمن ہیں ۔ اسیر
اے ترک ہے کیا ذکر مرے طائرِ دل کا
چھوٹا نہیں ناوک سے ترے صیدِ حرم تک

لیے اور واسطے مفعول (لہ) کے واسطے آتا ہے۔ عربی میں حرف لام اور فارسی میں برائے آتا ہے۔ برائے کا لفظ اُردو میں کم آتا ہے۔ جیسے یہ شعر برائے بیت ہے۔ برائے خدا را بھی لیے کے معنی پر آتا ہے۔ جیسے خدارا۔ لئے کی مثال جیسے میں نے اسے خدا کے لیے پیسہ دیا ہے۔ سبب بھی اسی معنی پر آتا ہے رنج کے سبب اس نے کھانا نہیں کھایا۔ مارے بھی اسی معنی پر آتا ہے۔ بھوک کے مارے دم نکلا جاتا ہے۔ بدولت بھی آتا ہے آپ کی بدولت روپیہ ملا۔ واسطے۔ ع

فضل کر یارب محمد مصطفےٰ کے واسطے

کو علامت مفعول بہ کی ہے۔ را کا ترجمہ عموماً مفعول متعدی معروف ذی روح میں علامت آتی ہے۔ اور غیر ذی روح میں نہیں لیکن خاص خاص صورتوں میں اُسکے خلاف بھی ہوتا ہے اگر جملے میں دو مفعول میں ایک غیر ذی روح۔ دوسرا ذی روح ہو تو علامت کا لانا ضروری ہے جیسے "قیصر کو دیے تھے داغ اُس نے"، بلی کو چھیچھڑے کھلاؤ۔ قیدی کو کھانا کھلاؤ۔ بندر کو روٹی دو ع سحر

بنایا ہے خدا نے اِن بتوں کو اپنی صورت پر

جب کو لئے کے معنی پر آتا ہے تو علامت لانا ضروری ہے جیسے روٹی کو روتا ہے۔ کام کو جاتا ہے۔ یعنی روٹی کے لیئے روتا ہے۔ یہ حکم میں مفعول لہ کے ہے

قاعدہ۔ اِسم کے آخر میں اگر ایسا الف ہے جو امالہ قبول کرتا ہو تو امالہ کرنیکے بعد اگر مفعول واحد مقصود ہے تو علامت کا لانا ضروری ہے جیسے اس ستقے کو کھولو۔ باورچی خانہ کو دیکھو۔ کتے کو مارو۔ لیکن اگر مفعول جمع مقصود ہے تو علامت نہیں آتی۔ جیسے آپ نے سب نقشے دیکھے۔ اور جب امالہ نہ کریں گے تو علامت مفعول حذف ہوجائیگی جیسے کتا مارا۔ باورچی خانہ دیکھا۔

ماضی مطلق کے صیغے میں جب مفعول آتا ہے تو ذی روح ہو یا غیر ذی روح علامت کا لانا ضرور نہیں جیسے مُنھ دکھایا گھونگھٹ اُٹھایا۔ شیر پکڑا۔ بھیڑیا دیکھا۔ بلی باندھی۔ روٹی کھائی دروازہ کھولا۔ شوربا پیا۔ دسترخوان بچھایا۔ لیکن جب اسم کے آخر ایسا الف ہو جو امالہ قبول کرتا ہو تو الف کو ے سے بدلنے کے بعد علامت مفعول ضرور لائیں گے۔ بھیڑیے کو پکڑا۔ شوربے کو پیا۔ اگر اسم کو جمع بولنا منظور ہوگا جب بھی علامت کو حذف کردیں گے جیسے بھیڑیئے پکڑے مگر ذی روح ناطق میں علامت ضرور آئیگی جیسے عورت کو دیکھا۔ آدمی کو پکڑا۔ لونڈی کو مارا۔ بی بی کو جھڑکا۔

کلیہ اگر جمع واو نون سے کرینگے تو اسماے ذی روح و غیر ذی روح میں علامت مفعول ضرور آئے گی۔ عام اس سے کہ وہ کبھی صیغے میں آئیں جیسے کتوں کو باندھا۔ بلیوں کو کھولو۔ تصویروں کو لگاؤ اسم عدد کی جمع اس سے مستثنیٰ ہے۔ جیسے ہزاروں روپیہ برباد

کرتا ہے۔ برسوں بیکار رہا۔ لاکھوں مدعی۔ سوختہ خرمن ہو گئے

ظرف زمان کی جمع میں بھی علامت نہیں آتی جیسے برسوں

رو دیا کیا۔ مہینوں بیکار رہا۔ گھنٹوں راستہ دیکھا کیا۔

غیر ذی روح فعل امر اور مضارع میں علامت مفعول نہیں

لاتے۔ جیسے کتاب لاؤ۔ ٹوکرا اٹھاؤ۔ لیکن جب جمع میں اسم ظرف

آئے گا تو علامت کا لانا اچھا ہے مثال سے خواجہ وزیر

جی میں آتا ہے تری تیغ کو دل میں رکھ لوں

ایسی لیلیٰ کو یہی چاہیے محمل قاتل

یہاں تیغ غیر ذی روح ہے۔ رکھ لوں صیغہ مضارع ہے لیکن

دل اسم ظرف ہے۔ اس سبب سے علامت لانا پڑی۔ لیکن

اس طرح بھی بعض فصحا نے لکھا ہے بقول طاق میں رکھ دو تلوار

میان میں کر لو۔

غیر ذی روح جملے میں دو مفعول ہوں گے تو علامت ضرور

آئے گی سے خواجہ وزیر

نقش قدم یار کی دیکھو تو صفائی

آئینہ دکھاتا ہے عروسان چمن کو

مصرع۔ بہشت کو دکھاتے ہوئے عیش باغ کے"

غالب سے

شاکی ہے مشق ناز ترے صبر آزما ترچھے ہو پھر چڑھا لو خنجر کو

"دولت کو لاکھ چھپاؤ چھپتی نہیں"

قاعدہ - صفت کے ساتھ جب مفعول آتا ہے تو اکثر علامت نہیں آتی - جیسے تازہ کھانا کھایا کرو - باسی روٹی نہ کھانا -

اسم فاعل کو جب اسم مفعول متعدی معروف بنائیں گے تو علامت ضرور لائیں گے - جیسے قاتل کو گرفتار کرو - ترقی خواہ کو یاد کیا - رونے والے کو مارو - اگر مفعول ذی روح اور فعل ماضی قریب ہے تو اکثر علامت آتی ہے - جیسے قاضی کو بلایا ہے - آدمی کو بھیجا ہے - اس طرح بھی بولتے ہیں کہ آدمی بھیجا ہے دونوں میں افصح صورت اوّل ہے -

کو لیے کے معنی پر بھی آتا ہے - نظیر ع

جانور اُس گل کے صدقے کو اگر درکار ہو

کو طرف کے معنی پر بھی آتا ہے - نظیر

حصول کچھ نہیں اے نظیر سر پٹکنے سے ۔ در صنم نہ کھلے گا سدھاریے گھر کو

کو سے کے معنی پر بھی آتا ہے - نظیر

جو نیند آتی ہے مجھ کو تو دل یہ کہتا ہے ۔ بغیر یار لگے گی نہ پیٹھ بستر کو

نظیر ع آنکھیں لگی ہیں چھت کو ترا انتظار ہے

کو کی کے معنی پر ہے - نظیر

اسقدر عہد شکنی سے سفر ہند اپنا ۔ تم نے رکھی نہ نظیر یار قسم کھانے کو

اگر اسم ذی روح ہے اور فعل مرکب ہے تو علامت کا لانا

ضرور ہے جیسے بلی کو کھول دو۔ آدمی کو پکار لو۔ جانور کو پانی
پلا دو۔ بندر کو روٹی دیدو۔ پیٹھ پیچھے بادشاہ کو بُرا کہتے ہیں
جب جملے میں چند مفعول آتے ہیں تو بعض فصحا نے
علامت کا الگ الگ لانا ضروری خیال کیا ہے۔ اسیر

کس منھ سے وصف اُس لب شیریں کا کیجئے
نسبت نہیں نبات کو شکر کو قند کو

مگر اساتذہ حال متفق ہیں کہ علامت صرف ایک جگہ لائی جائے
جیسے بکری۔ بندر۔ ریچھ کو باندھ دو۔
اگر مفعول متعدی میں علامت فاعل کی ہے تو علامت کا
لانا فصیح ہے۔ جیسے ایک نے دوسرے کو نہ پہچانا۔ آفتاب کو
خدا نے روشنی دی ہے۔ اسیر

کس کی آنکھوں نے یہ گلشن کو کیا میخانہ

اگر مفعول میں اضافت توصیفی ہے تو علامت کا لانا ضرور
ہے جیسے

ہر خمیدہ ہلال ابرو کو   جھک کے تسلیم یاد تونے کی
ع سجدہ ہے خدا سے پاک کو۔

آتش

سمجھا تھا ہم نے آتش جس کو   وہ شعلہ ایسا سمجھا تو وہ [illegible]
لیکن اگر اضافت توصیفی نہیں ہے تو علامت کا [illegible]

ضروری نہیں ہے۔ جیسے چراغ مراد روشن دیکھا۔
حقیقت حال بیان کی۔

بعض اسمائے ظرف جب مفعول ہوتے ہیں تو علامت ضرور
آتی ہے۔ جیسے رات کو خواب دیکھا۔ دن کو سویا۔ شام کو کھانا
کھایا۔ دوپہر کو جاتا ہوں۔ صبح کو غسل کرتا ہوں۔ اس کو بے
علامت بولنا غیر فصیح ہے۔ کہ رات خواب دیکھا۔ دن سویا
شام کھانا کھایا۔ دوپہر جاتا ہوں۔ صبح غسل کرتا ہوں۔ اور
اس میں علامت ظرف لگانا بھی غیر فصیح ہے۔ جیسے رات
میں خواب دیکھا۔ بعض اساتذہ نے لکھا ہے ع جلال

رات اُن سے شوقِ وصل میں جب ہم لپٹ گئے

مگر اب متروک ہے۔

ضمیر مفعول میں علامت کئی قسم کی آتی ہے واحد میں مفعول
یا اسے مجھ کو یا مجھے۔ تجھ کو یا تجھے دونوں استعمال کرسکتے ہیں جیسے
مجھ کو خوش کیا یا مجھے خوش کیا۔ تجھ کو دیکھا یا تجھے
دیکھا۔ خواجہ وزیر

بیقراری دل کی کیا جانیں کدھر کو لے گئی
ڈھونڈھتا پھرتا ہے مجھ کو شب کو آرام دل

پاس اپنے دو گھڑی بیٹھنے دے کیا مجھے
حسرت کہا غیر سے اٹھا اسے پہلو سے بٹھا کیا

کیوں نہ اے شمشاد قد کہتے چمن آرا تجھے
سائے سے ہر ہر قدم پیدا شجر ہونے لگا
نہ لے عوض میرے جرم و خطائے بیحد کا
الٰہی تجھ کو غفور الرحیم کہتے ہیں

مجھکو اور مجھے میں بہت نازک فرق ہے۔
جمع میں (تمکو تمھیں) (ہمکو ہمیں) (اُن کو اُنھیں) آتی ہے جیسے تمکو داہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے۔ تمھیں داہنے ہاتھ کا کھانا حرام ہے ہمیں کیوں بلایا۔ ہمکو کیوں بلایا۔

قدما میں کو کی جگہ (تئیں) مستعمل تھا مگر حال کے فصحانے اسے ترک کر دیا ہے اور یہ اتفاق غیر فصیح ہے اساتذہ حال کے کلام میں نہیں ہے۔ بعض موقع پر کو حذف کرنا فصیح ہے۔ جیسے گھر گیا تھا بازار گیا تھا۔ کام بناتا تھا۔ کوٹھی جاتا تھا۔ روٹی کھاتا تھا۔ بعض موقع پر کو لکھنا غیر فصیح ہے۔ کس طرف کو جاتے ہو۔ میرے کو نہیں معلوم مجھے نہیں معلوم کہنا چاہیے۔

بعض موقع پر ضمائر میں لوگ کو کا استعمال غلط کر جاتے ہیں جیسے مجھکو اب تم چلے جاؤ۔ اسطرح کہنا چاہیے۔ مجھسے کہا کہ تم چلے جاؤ۔

اسطرح فعل متعدی کو بعد علامت اور بغیر علامت دونوں طرح بولتے ہیں۔ جیسے روٹی پکائی۔ اچار بنائی۔ روٹی پکائی۔ تصویر لگائی یا سمجھ کر بولتے ہیں۔ [illegible] روٹی کو پکایا تصویر کو لگایا۔ مگر دونوں میں فصیح

صورت اوّل ہے۔

کلیہ مفعول مجہول میں علامت کبھی نہیں آتی۔ جیسے چور پکڑا گیا
بیل باندھا گیا۔ جب مفعول فعل ہوتا ہے تو علامت ضرور آتی ہی
جیسے اُس نے کاٹنے کو کہا۔ کھانا کھانے کو کہا۔ روزہ رکھنے کو کہا۔
فعل کے ساتھ جب (کو) آتا ہے تو وہاں واسطے اور (لیے) کے معنی
ہوتے ہیں۔ جیسے میں چلنے کو تیار ہوں۔ کبھی (کو) زیادہ بھی آتا ہی
اور زینت کلام ہوتا ہے۔ جیسے آج کو حاتم نہ ہوا۔ نہیں تو تمھاری
سخاوت دیکھتا۔ یہاں (کو) فصیح اور بامحاورہ ہے۔
(پر) اوپر کا مخفف ہے عربی میں اعلیٰ اور فارسی میں بھی آتا
ہے جیسے علی قدر مراتب۔ برسبیل تذکرہ
قدما اوپر لکھنے سے جیسے تمھارے اوپر احسان ہوگا۔ اب کہتے
ہیں تم پر احسان ہوگا۔ نظم میں تخفیف بعد تخفیف کرکے لوگوں نے
پہ لکھنا شروع کردیا اور درحقیقت شاعری کی مشکلیں اس کی مقتضی
بھی نہیں لیکن حال کے فصحا نے غیر فصیح سمجھکر متروک قرار
دیا۔ اردو میں (پر) کے تین معنی آتے ہیں۔ ایک اوپر کے جیسے چھت پر
جاؤ۔ کتاب میز پر رکھو۔ دل پر ہاتھ رکھو۔ دوسرے لیکن اور مگر کے
جیسے میں تو گیا تھا پر وہ نہیں ملے۔ یہ غیر فصیح ہے۔ تیسرے بعد کے
معنی پر۔ جیسے اُن کو مرنے پر لوگوں کو بڑی تکلیف ہوئی۔ میں کے
معنی پر بھی بولا جاتا ہے جیسے بوتل طاق پر رکھدو۔ یعنی طاق میں رکھدو

تک کے معنی پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے دریا پر گیا تھا مکان پر گیا تھا
جسطرح اور حرف کبھی کبھی محذوف ہو جاتے ہیں پر کبھی نہیں محذوف
ہوتا۔ بعض فصحانے (پر) کو (سے) کے بدلے بھی لکھا ہے ؎ اسیر

جگہ پائی ہے جب سے سایۂ دیوار جاناں میں
ہما کو رشک آتا ہے مرے بخت ہمایوں پر

پر کا استعمال بعض جگہ غیر فصیح ہے جیسے گھوڑے پر سے گر پڑا
کوٹھے پر سے اتر آؤ۔ اسے اسطرح بولنا چاہیئے۔ گھوڑے سے گر پڑا
کوٹھے سے اتر آؤ۔ اور درحقیقت بعض موقع پر دو علامتوں کا ایک
جگہ جمع ہونا غیر فصیح معلوم ہوتا ہے جیسے گھر میں سے لے آؤ۔
کدھڑی سے نکال لو۔ ہزاروں میں ایک چن لو۔ مفعول اردو میں
ہمیشہ فاعل کے بعد آتا ہے۔

ظرف مکان اِدھر اُدھر۔ یہاں۔ وہاں۔ کہاں کدھر کس طرف
پیچھے۔ اوپر۔ اندر۔ باہر۔ کہیں سامنے طرف۔ رُخ اُن کے ساتھ کو نہ بولنا
چاہیئے۔ جیسے یہاں کو آؤ۔ کہاں کو جاتے ہو۔ وہاں کو نہ جانا۔ یہ سب
غیر فصیح ہے۔ اسی طرح (میں) بھی غیر فصیح ہے۔ کس طرف وہ ملے گا۔
سامنے میں بیٹھے ہوں گے۔ ادھر میں رکھا ہے۔ یہ سب
واجب الترک ہیں۔ اس طرح بولنا چاہیئے۔ ادھر آؤ۔ یہاں آؤ
کہاں جاتے ہو۔ وہاں نہ جانا۔ کدھر چلے۔ اندر بیٹھو۔ سامنے جاؤ۔
کہیں نہ جانا۔ کس طرح وہ ملے گا۔ سامنے بیٹھے ہوں گے۔

فعل کا بیان

فعل کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک لازم۔ ایک متعدی۔ لازم وہ ہے جسمیں فاعل ہو اور مفعول کی ضرورت نہ ہو۔
متعدی وہ ہے جسمیں فاعل اور مفعول دونوں کی ضرورت ہو
ایسے فعل جن میں مفعول خارجی پایا جاتا ہے وہ ضرور متعدی ہیں جیسے تھوکنا۔ اِس کا مفعول خارجی تھوک ہے۔ اِس سبب سے یہ متعدی حقیقی قیاسی ہے۔ اِسکے علاوہ بوجھنا۔ سمجھنا۔ سوچنا جاننا وغیرہ لازم یا متعدی سماعی ہوتے ہیں۔ اِس لیے کہ ان میں مفعول ذہنی ہے اور جن میں نہ مفعول خارجی ہے نہ ذہنی جیسے آنا۔ جانا۔ وغیرہ یہ سب لازم حقیقی قیاسی ہیں۔
فعل کی دو حالتیں اور ہیں ایک صوری اور ایک معنوی۔
صوری حالت از روے ترکیب و علامت الفاظ قائم کی جاتی ہے جیسے آنا مصدر ہے از روے ترکیب اور علامت الفاظ اِس لیے کہ اُس میں مصدر کی علامت (نا) پائی جاتی ہے۔ اور یہی نشانِ عدہ صرف میں معتبر ہے۔ صرفی بحث اُسی بنیاد پر کی جاتی ہے۔
معنوی حالت یہ ہے کہ آنا مستقبل کے معنی پر بھی جملے میں بولا جاتا ہے۔ جیسے ہم نے کہا تھا کل آنا۔ یعنی کل آئے گا۔ پس ترکیب جملے کے وقت ہم معنوی حالت کا خیال کر کے نحوی لحاظ

سے اسے مستقبل بیان کریں گے۔ مگر درحقیقت از روے صرف وہ مصدر ہے اور صرفی مستقبل نہیں کہہ سکتے۔ یا جیسے آرہنا کا ماضی قریب آرہا ہے۔ اور اکثر حال کے معنی دیتا ہے۔ صرفی لوگ اسکو ماضی قریب ہمیشہ کہیں گے۔ نحوی لوگ جملے کی ترکیب کرتے وقت اتنا کہیں گے کہ یہاں ماضی صیغہ قریب حال بن گیا ہے اسی طرح تمام صیغوں کے نام صوری علامتوں کے لحاظ سے پکارے جائینگے نہ معنوی ترکیب کے خیال سے۔

فعل ہمیشہ تابع ہوتا ہے اپنے فاعل کا۔ تذکیر و تانیث واحد اور جمع میں یعنی اگر فاعل جمع مذکر ہیں تو فعل کو جمع بولیں گے جیسے وہ لوگ گئے۔ اور اگر فاعل جمع مؤنث ہیں تو فعل کو مؤنث بولینگے جیسے عورتیں آئیں۔ اگر فعل کے آخر میں کوئی دوسری علامت ہے تو علامت کی جمع کریں گے۔ جیسے چند عورتیں آئی ہیں لیکن مذکر میں یہ قاعدہ نہیں ہے وہاں فعل اور علامت دونوں کو جمع کرینگے جیسے چھوکرے گئے ہیں۔ پانی سے کی امید پر سب چلے جاتے تھے مضارع کے صیغوں میں تذکیر و تانیث کا کوئی فرق نہیں ہے جیسے اگر تم کہو تو ہم دونوں عورتیں ساتھ چلیں۔ محمد شو نے کہا رحیم و قاسم میرے ساتھ چلیں تو ستے نے کہا میں آؤں و نے کہا میں جاؤں رہاں فعل حقیقی ... تذکیر و تانیث کا فرق نہیں ہے۔ وہ عورت آئے تو ... وہ مرد آئے تو ہم ... کہنا

تو عورت آ۔ تو مرد آ۔ تم عورتیں آؤ۔ تم مرد آؤ۔ اُن میں کسی نے فعل میں اثر قبول نہیں کیا۔ لیکن افعال ترکیب میں فرق ہوجاتا ہے۔ جیسے وہ چلی آئے۔ وہ چلا آئے۔ میں چلی آؤں۔ چلے آئیں۔

بعض وقت فعل کا استعمال لوگ غلط بھی کرجاتے ہیں جیسے جانا کی ماضی گیا ہے اور کرنا کی ماضی کیا ہے مگر لوگ بول اُٹھتے ہیں تم نے میرا کام ختم کرا کہ نہیں اُس نے تمھارا کیا کرا جو تم خفا ہوے ع "مرے یار کیوں دیر اتنی کری" ماضی کے تمام صیغوں میں ایسا استعمال ناجائز ہے یوں بولنا چاہیئے۔ تم نے کام ختم کیا کہ نہیں اس نے تمھارا کیا کیا جو تم خفا ہوے ع مرے یار کیوں اسقدر دیر کی۔ مگر مضارع اور امر اور مستقبل اور حال میں ایسا استعمال جائز ہے جیسے اُس سے کہو کہ کام کرے دیر نہ کرے۔ تو اچھی عادت اختیار کر۔ تم کیا کرتے ہو۔ وہ کیا کرے گا۔

ادب اُردو کا بیان

روزمرہ کی بات چیت میں اطراف کے بعض لوگ اپنے کلام میں شتر گربہ لاتے ہیں۔ شتر گربہ اس عیب کا نام ہے کہ ایک جگہ مخاطب کو تم یا تو بصیغہ واحد کہیں اور دوسری جگہ جمع بولیں جیسے آپ تشریف لاؤ۔ اس میں آپ جمع ہے اور لاؤ صیغہ واحد ہے اس سبب سے خلاف اصول زبان ہے۔ یوں کہنا چاہیئے کہ

آپ تشریف لائیں۔ یا آپ تشریف لائیے۔ اسی طرح آپ نہیں آؤ گے بھی غلط ہے۔

گیا ہوا۔ دکھا ہوا۔ رکھا ہوا۔ اسم مفعول ہے جملے میں اس کا استعمال ظرف زبان کے ساتھ فصیح ہے جیسے آجکل وہ باہر گیا ہوا ہے۔ ان دنوں اُس کا دل بجھا ہوا ہے۔ مدت سے چاقو طاق پر رکھا ہوا ہے۔ اگر اسم زبان ساتھ نہو تو ہوا کو حذف کرنا بہتر ہے۔ جیسے وہ باہر گیا ہے۔ تمھارا دل دکھا ہے۔ چاقو طاق پر رکھا ہے کبھی ہے کو بھی حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے یہ ورق کسی خوشنویس کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح گیا ہوا تھا۔ رکھا ہوا تھا۔ اسم زماں کے ساتھ فصیح اور غیر اسم کے ساتھ ہوا حذف کر کے بولنا بہتر ہے۔

جاتا ہوا۔ کھاتا ہوا اسم حالیہ ہے اس میں بھی کبھی ہوا کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے کوئی آتا جاتا ملا تو آپ کو آم بھجوا دوں گا۔

اسم مفعول اور اسم حالیہ میں فرق ہے۔

حالیہ فوج بھاگتی ہوئی چلی جاتی ہے۔

اسم مفعول بھاگی ہوئی فوج کل آئی ہے۔

سوا عربی کا لفظ ہے۔ فارسی والے جب اس پر اضافت لگاتے ہیں تو بجائے اضافت ایک (ے) بڑھا دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب لفظ کے آخر میں الف ہوگا اُس پر اضافت آئیگی تو ایک "ے" اظہار اضافت کے لیے لگائی جائے گی۔ جیسے سوائے دل

میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح سوائے غم سوائے رنج بولتے
ہیں۔ لیکن بعض اردو الفاظ کے ساتھ بھی ہوتا ہیں ایک سے بے ضرورت
اضافہ کرکے بولتے ہیں۔ جیسے سوائے چچا کے میرا کوئی دوست نہیں
یہ صورت استعمال بالکل غلط ہے۔ سوا بولنا چاہیئے۔
ماضی قریب کو بعض لوگ مستقبل بناکر بولتے ہیں جیسے آئے
ہیں گے۔ گئے ہیں گے۔ یہ ناجائز ہے۔ آئے ہیں۔ گئے ہیں بولنا
چاہیئے۔ ایسے کیسے حروف صفات ہیں اُن کو اسطرح بولنا چاہیئے۔
یہ آم کیسے ہیں۔ ایسے میٹھے خربوزے لانا بعض لوگ اُن کا غلط استعمال
کرتے ہیں جیسے میں کیسے آؤں پانی برستا ہے یہ قابل احتیاط ہے
یوں بولنا چاہیئے۔ میں کس طرح آؤں پانی برستا ہے کیونکر آؤں۔
آکرکے۔ کھاکرکے۔ جاکرکے بولنا غیر فصیح ہے آکے اور آکر بولنا
چاہیئے لیکن اگر وہ فعل مرکب نہیں بلکہ ایک رسم اور ایک فعل ہے تو
کرکے بولنا فصیح ہے۔ جیسے خیال کرکے۔ تصور کرکے۔ اندازہ کرکے۔
ایک دم نکل جاؤ۔ خلاف محاورہ ہے فوراً نکل جاؤ یا ابھی
نکل جاؤ بولنا چاہیئے۔ ایک [illegible] سے زیادہ [illegible] خلاف
محاورہ اور قابل احتیاط ہے [illegible]
بولنا چاہیئے۔ [illegible]
بھی غیر فصیح ہے۔ [illegible]
جس طرح [illegible]

ترک کرنا چاہیئے۔ جیسے اس طرح کام کرو۔ جس طرح سے دلی جاؤ۔
کو جیتے کے معنی پر حال کے فصحا غیر فصیح سمجھتے ہیں جیسے بادشاہ جہاں کے
منشی جواہر رقم کو کہنا غیر فصیح ہے۔ منشی جواہر رقم سے کہنا بہتر ہے۔
بعد فراغت امتحان سارٹیفکٹ دیے جایا کرینگے۔ اس محل پر
دیے جایا غیر فصیح ہے۔ دیئے جائیں گے ہونا چاہیئے۔
جب کسی جملے میں ضمیر فاعلی کے بعد دوبارہ ضمیر مفعولی لانے کی
ضرورت ہو تو اپنا اور اپنے استعمال کرنا چاہیئے۔ جیسے مرزا صاحب نے
اپنا حال بیان کیا۔ میں نے کہا کہ اپنی صورت تو دیکھوں۔ لیکن
ضمیر مفعولی کے بعد اپنا یا اپنے لانا خلاف محاورہ ہے۔ جیسے میرا
اپنا مکان تھا ہے اور میرے اپنے عزیز میں میرا بھائی آیا ہے اسکو
[illegible]

[illegible]

تو جانا چاہتا ہوں کہیں گے۔ اور اگر اطلاع یا حکم ہوگا تو اس طرح
بولیں گے۔ میں اب جایا چاہتا ہوں۔ قرار پانا۔ آرام پانا کے معنی
پر متعدی ہے۔ جیسے میرے دل نے قرار پایا۔ اور قرار پانا طے ہونا
فیصل ہونا۔ کے معنی پر لازم ہے۔ جیسے یہ امر قرار پایا۔ آنے کا
جانے کا۔ مستقبل کے معنی دیتا ہے جیسے میں کہیں جانیکا نہیں
وہ ہرگز آنے کا نہیں۔ اسی طرح سب مصادر مستقبل بن سکتے ہیں
اضافت کا حرف مذکر کے واسطے کا۔ مؤنث کے لیے کی ہے مگر جالکے
بعض ناواقف لوگ اسے یائے مجہول سے بولتے ہیں جیسے محمود کے
ایک لڑکی ہے۔ احمد کے ایک بکری ہے۔ یہ واجب الترک ہے
پختہ پل جسے ریل سے ۴۵ فٹ کے فاصلہ پر نچلی طرف صیغہ تعمیرات
گورنمنٹ پنجاب نے بنایا ہے اس میں نچلی بالکل غلط ہے اور
اپنے معنی کے خلاف بولا گیا ہے۔ نیچے کی طرف لکھنا چاہیئے۔
بلا۔ ایک حرف ہے آدھا فارسی۔ آدھا عربی۔ اس کو لوگ
فارسی۔ عربی۔ اردو الفاظ کے ساتھ لگا دیتے ہیں۔ جیسے بلا اطلاع
چلے گئے۔ بلا ضرورت نہ آئے۔ بلا کہے سُنے روانہ ہوگئے۔ بلا دریافت
کیے نہ مانا۔ یہاں بلا غیر ضروری اور غیر فصیح ہے۔ صرف بے اطلاع
بے دریافت۔ بے ضرورت۔ بے اجازت بولنا چاہیئے۔ لا عربی لفظ ہے
نہیں کے معنی پر فارسی لفظ کے ساتھ اس کا استعمال ناجائز ہے
اس لیے کہ کوئی زبان غیر زبان کے حرف ربط کو قبول نہیں کرتی

جیسے اچا۔ بولنا بالکل ناجائز ہے۔ اُسے ناچار کہنا چاہیئے ہاں عربی
الفاظ کے ساتھ لانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ جیسے لاریب۔ لاکلام
فارسی کے ایسے الفاظ جن کا بدل فصیح موجود ہے ترکیب اضافی
سے اُردو میں لانا معیوب ہے۔ جیسے چلی ہے جب یہ ٹھنڈی باد
تب ہنسے خوب آیا۔ یہاں بادِ خنک یا ٹھنڈی ہوا لکھنا چاہیئے تھا۔
منشی رام کو مجھے لینے کے لیے بھیج رکھا تھا۔ اس میں مجھے
لینے کے لیے غلط ہے میرے لینے کے لئے کہنا چاہیئے۔ بھیج رکھنا
خلاف محاورہ اور غیر فصیح ہے بھیجا تھا۔ یا بھیج دیا تھا کہنا چاہیئے۔
ہمیں کہا گیا کہ سیدھے گھروں کو جائیں۔ یوں کہنا چاہیئے
ہم سے کہا گیا کہ سیدھے اپنے گھر جاؤ۔
آمیر کا تذکرہ محض ضمناً نہ کہ بہ سبیل داستاں۔ اس میں نہ کہ
غیر فصیح ہے۔ صرف (نہ) بولنا چاہیئے۔ کاف زائد ہے۔
آخری ہلے کا حکم دیا ہے۔ غلط ہے۔ آخری حملے کا حکم دیا ہے
اگر مجھے تمھارا یا تمھارے نفاق کا خوف ہوتا تو میں تم سب سے
حلف نے لیتا کہ میرے برخلاف ہتھیار نہ اُٹھاؤ گے برخلاف
غیر فصیح ہے خلاف چاہیئے۔ نہ اُٹھاؤ گے خلاف محاورہ نہ اُٹھانا
صحیح اور فصیح ہے۔
ایک دفعہ ایک جلیل القدر انگریزی افسر نے مجھے کہا کہ میں فارسی
پڑھنا چاہتا ہوں اسے آپ یوں بولنا چاہیئے مجھسے کہا کہ میں فارسی

پوچھنا چاہتا ہوں۔ مانگنا کا لوگ اکثر استعمال غلط کرتے ہیں۔ جیسے
میں جانا مانگتا ہوں۔ دیکھنا مانگتا ہوں۔ یوں کہنا چاہیئے۔ دیکھنا
چاہتا ہوں۔ جانا چاہتا ہوں۔

ایک اسم کے ساتھ ایک جنس کے دو حرفوں کا لانا غیر ضروری
ہے۔ جیسے درحقیقت میں، غلط ہے۔ درحقیقت بولنا چاہیئے۔ اسی طرح
فی الواقعی۔ مقام مسیحا بلند ہے۔ یہاں فی الواقع چاہیئے۔ کیونکہ
واقعی کی ی، فی کے معنی دیتی ہے ؎ آتش

معرفت میں تیری ذات پاک کے — اڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے

اس شعر پر بین الفصحا مدت سے بحث چلی آتی ہے۔ ایک
کہتا ہے معرفت مؤنث ہے، کی، چاہیئے۔ دوسرا کہتا ہے بقاعدہ
نحو صحیح ہے۔ مگر حقیقت میں آتش نے اس طرح کہا ہے ؎

معرفہ میں تیری ذات پاک کے — اڑتے ہیں ہوش و حواس ادراک کے

اور یہ صحیح ہے کیونکہ معرفہ مذکر ہے

تمام شد

علمی ادبی اخلاقی کتب

کلیات میر۔ استاد مسلم الثبوت ملک الشعرا میر محمد تقی میر مرحوم دہلی کا تمام کلام [illegible]

کلیات سودا۔ ملک الشعرا جہاں استاد مرزا رفیع السودا مرحوم دہلوی کا کلام [illegible]

کلیات انشا۔ میر انشاء اللہ خان انشا دہلوی کا تمام و کمال کلام [illegible]

کلیات صفدر۔ نواب صفدر علی خاں صفدر والی رامپور تلمیذ غالب کا کلام غالب کے رنگ میں [illegible]

کلیات ناسخ۔ شیخ امام بخش ناسخ مرحوم کے ہر دو دیوان [illegible]

کلیات مومن۔ حکیم مومن خاں مومن دہلوی کا کلام ۱۲

کلیات آتش خواجہ حیدر علی آتش مرحوم کے ہر دو دیوان ۱۰

دیوان امیر۔ منشی امیر احمد امیر مینائی کا پہلا دیوان [illegible]

دیوان وزیر۔ خواجہ وزیر علی وزیر مرحوم کا پاکیزہ دیوان ۱۲

دیوان نسیم۔ اصغر علیخان نسیم دہلوی کا کلام ۱۲

خورشید محشر۔ مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی کا دیوان [illegible]

دیوان صفیر۔ منشی [illegible] الدین صفیر کا دیوان [illegible]

دیوان عزیز۔ نواب عبد العزیز خان کا کلام ۱۲

دیوان دلیر۔ نواب [illegible] بہادر دلیر رئیس باندہ کا کلام [illegible]

دیوان غالب۔ مرزا اسد اللہ خان غالب مرحوم دہلوی کا اردو کلام [illegible]

تحفۂ آرزو۔ حضرت [illegible] کا نعتیہ کلام [illegible]

دیوان [illegible]۔ مرزا [illegible] بیگ [illegible] کا کلام [illegible]

کلام حکمت [illegible] حکیم [illegible] کا کلام [illegible]

آفتاب محشر [illegible]

تصانیف مولانا خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی

تذکرہ آب بقا۔ مشاہیر [illegible] دلچسپ [illegible] سوانح عمریاں نشان

مزارات منتخب کلام معہ خمخانۂ عشرت قسم اول عہ قسم دوم عہ قسم سوم عہ

قواعد میر۔ ملک الشعرا میر تقی میر مرحوم کے سینہ بسینہ اردو زبان کے صرفی و نحوی قاعدے

یہ وہ جواہر ہیں جن کو ملک الشعرا نے اپنے فرزند میر کلو عرش کو بطور ورثہ عنایت فرمائے

تھے اور انھوں نے اپنے سعادتمند شاگرد کو آخر وقت میں تفویض کیے اسمیں مصادر کی بحث بہت

واضح ہے اور تذکیر و تانیث کے ایسے مبسوط کلیات ہیں جو آجتک زبان اردو میں نہ تھے۔

اصلاح زبان اردو۔ متروک الفاظ و محاورات کی تحقیق عہد ناسخ سے امیر مینائی کے

زمانے تک جتنے الفاظ و محاورات ترک ہوچکے ہیں ان سب کا مفصل بیان قیمت

زباندانی۔ اردو زبان کے مبسوط و مستند قاعدے فصیح و غیر فصیح الفاظ کی عالمانہ

تحقیق نہایت سلیس زبان میں قیمت . . . .

شاعری کی پہلی کتاب۔ اردو زبان میں فن عروض کی عام فہم کتاب شاعری کا معلم

شعر گوئی کا قانون [illegible] شاعری [illegible] کی

کسوٹی جسکے مطالعہ [illegible] بغیر استاد کی مدد کے کامل شاعر بن سکتا ہے قیمت ۸

پھول۔ شریف [illegible] کی تعلیم کی ضروری کتاب خاص محاورات اردو زبان [illegible]

قدیم طرز [illegible] کا نقشہ خانہ داری کے اصول

[illegible] قسم اول [illegible] قسم دوم [illegible]

[illegible]

[illegible] زبان قیمت

ملنے کا پتہ: [illegible] خانساماں لکھنؤ [illegible]